ایوب خان کا دور حکومت اور پاکستانی معاشرہ

محمد کامران خان
شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

تلخیص

پاکستان کی سیاسی اور آئینی تاریخ میں ایوب خان کا دور ایک اہم دور سمجھا جاتا ہے۔انہوں نے کرپشن اور اقربا پروری کے خلاف پوڈو اور ایبڈو جیسے قوانین متعارف کروائے۔انہوں نے بنیادی جمہوریت کا نظام بھی متعارف کروایا تاکہ اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی ہوسکے۔اس تحقیق کا بنیادی مقصد ایوب خان کے دور حکومت میں پاکستانی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس کا جائزہ لینا ہے۔۔ایوب خان نے بنیادی جمہوریت کا نظام متعارف کرایا جو کہ ایک طرح کا انتخابی ادارہ (الیکٹورل کالج) تھا جن کا کام اسمبلی کے اراکین اور صدر کا انتخاب کرنا تھا۔۱۹۶۴ء میں صدارتی انتخابات ہوئے جس میں سازش سے محترمہ فاطمہ جناح کو شکست دی گئی۔۱۹۶۵ء میں انڈیا پاکستان کے درمیان جنگ ہوئی جس کا خاتمہ "معاہدہ تاشقند" کی صورت میں نکلا۔ایوب خان نے اپنی ساری توجہ معیشت کی بحالی پر صرف کی ان کا دور معاشی ترقی کے حوالے سے ایک سنہرا دور تھا۔مگر سیاسی طور پر وہ ناکام ہوگئے۔مشرقی پاکستان کی احساس محرومی کی وجہ سے وہاں سے شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کیے جسے ملک توڑنے کی سازش قرار دیا گیا۔اگرتلہ کیس میں مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا جسکی وجہ سے مشرقی پاکستان کے حالات اور زیادہ خراب ہوگئے اور بالآخر ایوب خان کو اقتدار کو خیر باد کہنا پڑا اور وہ اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کرنے کے بجائے فوج کے کمانڈر انچیف جنرل یحیٰی خان کے حوالے کر گئے۔

کلیدی الفاظ: بدعنوانی، سیاسی و آئینی تاریخ، جمہوریت، اقتصادی ترقی۔

Abstract

Ayub Khan Era played a significant role in Pakistan political and constitutional history. He introduced Elective Bodies Disqualification Order (EBDO) and Public Offices Disqualification Order (PODO) to contain the corruption and nepotism. He also introduced basic democracy system to transfer of power at grass root level. The main objective this study is to evaluate regime of Ayub Khan and impact of Pakistani society. He introduced the Basic Democratic System (B.D System) the purpose of this form of government were to elect the president and the member of parliament through electoral system. In 1964 the presidential election were held by the government unfortunately conspiracy against Muhtarma Fatima Jinnah was not won and she lost the seat. The era of Gen. Ayub Khan confronts the Indo-Pak war in 1965 which ends thorough the declaration of Tashkent, a peace agreement on 10th January 1966. The regime of Ayub Khan in (1958-68) was known as golden economic era

because his economic growth, prosperity and the growing status of Pakistan on superior level on world's stage in his regime although politically he faced failure due to the inferiority of Eastern Pakistan, sheikh Mujeeb-ur-Rehman presented six points which was formal as a conspiracy to break the country. In Agar Tala conspiracy case Mujeeb-ur-Rehman was arrested and put in prison, due to the situation in East Pakistan got worse and finally, General Ayub Khan said good bye and instead of handing over to the public representatives, it was handed over to the Army Commander General Yahya Khan.

Keywords: Corruption, Political and Constitutional History, Democracy, Economic Growth.

تعارف

پاکستان میں فوجی انقلابات کا آغاز فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان کے دور سے شروع ہوتا ہے۔اسکندر مرزا نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور جنرل ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نامزد کیا۔ ملک میں مارشل لاء کو جواز بناتے ہوئے اسکندر مرزا نے اپنے صدارتی بیان میں کہا کہ اقتدار کے حصول کی کشمکش، بدعنوانیوں کی بڑھتی ہوئی روش، پاکستانی عوام کا سیاست دانوں کے ہاتھوں استحصال اور سیاست دانوں کا اقتدار کا حصول یہ وہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے ملک میں مارشل لاء لگانا پڑا۔انہوں نے سیاسی عدم استحکام کی تمام ذمہ داری سیاست دانوں پر عائد کر دی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ ان کا یہ اقدام بالکل درست تھا اور ملک کی مفاد میں تھا۔[۱] گورنر جنرل غلام محمد اور صدر اسکندر مرزا کے سیکریٹری قدرت اللہ شہاب نے مارشل لاء کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا"جمہوریت کو پامال کرنے کا جو عمل مسٹر غلام محمد نے شروع کیا تھا۔میجر جنرل اسکندر مرزا نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔اکتوبر ۱۹۵۸ء میں آئین کو منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا اور نہ ہی پاکستان کسی غیر معمولی خطرے سے دوچار تھا۔خطرہ صرف یہی تھا کہ اگر ملک میں انتخابات ہو جاتے تو اسکندر مرزا کو اقتدار سے ہاتھ دھونے پڑتے۔[۲] اسکندر مرزا اپنے سیاسی مستقبل سے مایوس تھے اور انہیں یہ یقین تھا کہ انتخابات کے بعد ان کو کوئی آئینی کردار حاصل نہیں ہوگا لہٰذا انہوں نے اپنے ذاتی اقتدار کو طول دینے کے لیے ایوب خان کے مشورے سے ملک میں مارشل لاء لگایا۔[۳] ایوب خان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ہی محسوس کر لیا کہ اسکندر مرزا کے سیاسی کردار کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ صرف بیس دن بعد اسکندر مرزا سے تین جرنیلوں کی موجودگی میں استعفیٰ پر دستخط کروائے گئے اور انہیں لندن جلاوطن کر دیا گیا۔اسکندر مرزا نے نہ صرف ملک کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچایا بلکہ فوج کے لیے سیاسی دروازے بھی کھول دیے۔[۴]

ایوب خان نے نظم ونسق سنبھالنے کے بعد بدعنوانی، بلیک مارکیٹنگ، اسمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کے لیے اقدامات کا آغاز کیا۔ انہوں نے کرپٹ بیوروکریسی اور سیاستدانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دو قسم کے احکامات جاری کیے جو کہ پبلک آفسز ڈسکوالفکیشن آرڈیننس اور الیکٹو باڈی ڈسکوالفکیشن آرڈیننس کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ پوڈو کے قانون کے تحت ملک بھر سے تقریباً ۱۳۵۰ افسروں اور تقریباً ۱۳۰۰ ملازمین کو یا تو جبری طور پر ریٹائر کر دیا گیا یا پھر ان کے گریڈ کم کر دیئے گئے۔ اس قانون کا مقصد نوکرشاہی کو لگام دینا تھا تاکہ وہ ملٹری بیوروکریسی کے تابع ہو جائیں اس آرڈیننس سے سول بیوروکریسی میں شدید تشویش پھیل گئی۔۵ ایبڈو کے تحت اگر کوئی سیاست دان پر کرپشن کے الزامات ثابت ہو جاتے تو اسے ۶ برس کے لیے سیاست سے کنارہ کر دیا جائے گا۔ اگر وہ خود رضا کارانہ طور پر الگ ہو جائے تو اس کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جائے گی۔۶

بنیادی جمہوریتوں کا نظام

اقتدار سنبھالنے کے ایک سال بعد ایوب خان نے پاکستان میں "بنیادی جمہوریتوں کے نظام" کے نام سے ایک نظام متعارف کرایا۔ ایوب خان کے مطابق لوگوں میں اتنا سیاسی شعور اور پختگی نہیں کہ وہ ووٹ کا صحیح استعمال کر سکیں لہٰذا ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مقامی طور پر بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کو منتخب کریں اور پھر یہی ارکان صدر اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ارکان کا چناؤ کریں۔ ۱۹۵۸ء میں پاکستان کے دونوں حصوں میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ۸۰ ہزار بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس میں ملک کے دونوں حصوں کو مساوی نمائندگی دی گئی۔ انہی ارکان نے ۱۹۶۰ء میں ایوب خان کو ۹۶ فیصد ووٹ دے کر ۵ سال کے لیے صدر منتخب کیا۔ ۸۰ ہزار ارکان میں سے ۷۵۰۸۴ نے ایوب خان کے حق میں جبکہ ۲۸۲۹ نے ان کے خلاف ووٹ دیا۔۷

بنیادی جمہوریتوں کا نظام دراصل شہریوں کی سیاسی تربیت کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ یہ نظام پانچ بنیادی اصولوں کا حامل ایک سیاسی ڈھانچہ تھا اس نظام کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں براہ راست انتخاب صرف بنیادی ستون کے لیے تھا۔ اس کے بعد نمائندگان کا انتخاب بالواسطہ طریقے سے کیا جاتا تھا یہاں تک کہ یونین کونسل یا یونین کمیٹی کی سطح پر منتخب ارکان کی ایک تہائی ارکان کے برابر ارکان حکومت نامزد کر سکتی تھی۔۸

۱۰ ہزار سے ۱۵ ہزار افراد پر مشتمل آبادی پر دیہاتوں میں یونین کونسل اور شہروں کے لیے یونین کمیٹی بنائی گئی۔ جن کے ارکان کا انتخاب براہ راست کرایا گیا۔ ان کونسلوں اور کمیٹیوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ مقامی طور پر ٹیکس عائد

کرسکتی تھیں اسکے علاوہ مختلف قسم کے اُمور جن میں صفائی، آب رسائی، باغات اور شاہراہوں کی نگہداشت، قبرستانوں کی دیکھ بھال جیسے فرائض شامل تھے۔ جبکہ ڈسٹرکٹ کونسل کے فرائض نسبتاً زیادہ وسیع تھے جن کی صدارت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ذمے تھی۔۹

۷ افروری ۱۹۶۰ء کو صدر جنرل ایوب خان پاکستان کے سابق چیف جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک آئینی کمیشن تشکیل دیا جن کا مقصد پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی کے اسباب تلاش کرنا اور ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے کے لیے قابل عمل سفارشات پیش کرنا تھا۔ اس کمیشن نے آئین کی ناکامی کے تین اسباب بیان کیے۔

۱۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں انتخابات کے لیے مناسب طریقہ کار واضح نہیں تھا جس کی وجہ سے آئین میں بڑے سقم تھے۔

۲۔ سربراہ مملکت کی وزارتوں اور سیاسی جماعتوں میں غیر ضروری مداخلت اور صوبائی حکومتوں کے معاملات میں بے جا دخل اندازی جس کی وجہ سے وہ صحیح طور پر کام نہ کرسکی۔

۳۔ منظّم اور فعال سیاسی جماعتوں کا غیر موثر کردار جو کہ جمہوریت کو کمزور کرنے کا باعث بنی۔۱۰

ان اسباب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس ملک میں آزادانہ انتخابات ہی نہ ہوں تو اسے معاشرے میں سیاسی جماعتوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے اور ملک کو ایماندار اور مخلص قیادت کیسے میسر آسکتی ہے۔ اس رپورٹ کا ایوب خان کی مقرر کردہ کئی ذیلی کمیٹیوں نے جائزہ لیا اور اپنے اپنے طور پر سفارشات پیش کیں۔ جن کی روشنی میں نیا آئینی مسودہ تیار کیا گیا۔ جو لوگ آئین سازی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے یہ لوگ نہ تو منتخب نمائندے تھے اور نہ ہی انہیں عوامی حمایت حاصل تھی۔۱۱

ایوب خان نے ۱۹۶۲ء میں خود کا مرتب کردہ آئین نافذ کروایا جو کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے وفاقی طرز پر مبنی تھا۔ صدارتی نظام حکومت اختیار کیا گیا جس کے مطابق طاقت کا مرکز ایوب خان کی ذات تھی۔ بالغ رائے دہی کو جمہور حق رائے دہی دیا گیا۔ مقنّنہ اور عدلیہ کو اختیارات دینے کی بات بھی کی گئی مگر اصل اختیارات صدر کے پاس ہی تھے۔۱۲ یہ آئین ۲۵۰ دفعات، ۴ گوشواروں اور مارشل لاء کے ۳۱ آرڈیننس پر مشتمل تھا۔ اس آئین کو اسلامی رنگ دینے کی بھی کوشش کی گئی۔ عوامی دباؤ کی وجہ سے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا اور مسلمان اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرسکیں گے۔ آئین میں صدر پاکستان کو مسلمان

ہونے کی شرط بھی رکھی گئی تھی۔۱۳؎

۱۹۶۲ء کے آئین کے نفاذ کے بعد سیاسی جماعتوں کو بحال کر کے کسی حد تک سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی۔ جنرل ایوب خان نے " کنونشن مسلم لیگ" کے نام سے ایک کنگ پارٹی بھی تشکیل دی جس کا بنیادی مقصد ایوب خان کے تمام فیصلوں کی تائید کرنا تھا۔۱۴؎ مارچ ۱۹۶۹ء میں ایوب خان کے زوال کے بعد یہ پارٹی بھی دم توڑ گئی اور اس کے کارکن اور لیڈر مایوس ہو کر یا تو سیاست سے کنارہ کش ہو گئے یا دیگر جماعتوں میں شمولیت اختیار کر لی۔۱۵؎ ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت پاکستان کو وفاقی ریاست تو قرار دیا گیا مگر وفاقی اصولوں سے روگردانی کر کے دو بڑے صوبوں کو مساوی نمائندگی دینے کے لیے ایک ایوانی مقنّنہ بنانے کی تجویز دی گئی جو کہ ۱۵۶ اراکین پر مشتمل تھی جن میں نصف مغربی پاکستان اور نصف مشرقی پاکستان سے منتخب ہوئے تھے۔۱۶؎

ایوب خان تقریباً سات سال اقتدار میں رہتے ہوئے بھی عوام کے پاس جانے سے ڈرتے تھے اسی لیے انہوں نے ۱۹۶۴ء میں صدارتی انتخابات کرانے کا اعلان کیا تو براہ راست طریقہ انتخاب کے بجائے ۸۰ ہزار بی ڈی ممبران کو صدارتی انتخاب کے لیے الیکٹورل کالج قرار دیا سیاست دانوں نے ایوب کے آئین کو مسترد کیا تھا جس کی وجہ سے وہ عوام میں تیزی سے غیر مقبول ہو رہے تھے۔ جس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

" ملک اس وحشی گھوڑے کی طرح ہے جس پر قابو پا لیا گیا ہے مگر ابھی اسے رام نہیں کیا جا سکا۔"۱۷؎

صدارتی انتخاب کے لیے اپوزیشن نے کمبائن اپوزیشن پارٹی کے نام سے سیاسی اتحاد قائم کیا اور قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ آئین کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے اراکین کے صدارتی امیدواروں کا انتخاب کرنا تھا۔ جس کے تحت ایوب خان نے با آسانی منتخب ہو جانا تھا۔ جبکہ محترمہ فاطمہ جناح اس نظام کی مخالف تھیں۔۲؎ وہ براہ راست انتخابات پارلیمانی جمہوریت، مقنّنہ کی بالادستی، آزاد عدلیہ اور سزائے موت کے قانون کے خاتمے کی حامی تھیں۔ مگر انہیں مجبوراً انتخابات میں حصہ لینا پڑا۔۱۸؎ ۳۱ اکتوبر کو مغربی پاکستان میں اور ۱۰ نومبر کو مشرقی پاکستان میں انتخابات ہوئے۔ ایوب خان مغربی پاکستان میں ۷۳ء۶ فیصد ووٹ اور مشرقی پاکستان سے ۵۳ء۱۲ فیصد ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ محترمہ فاطمہ جناح نے مغربی پاکستان سے ۲۶ء۷ فیصد ووٹ اور مشرقی پاکستان سے ۴۶ء۶۰ فیصد ووٹ حاصل کر سکیں۔۱۹؎

پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء

۱۹۶۵ء میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ ہوئی اس جنگ میں پاکستان کے عوام نے مثالی جذبے کا مظاہرہ کیا اور پاک فوج کے شانہ بشانہ نظر آئے پاکستانی فضائیہ کی مثالی کارکردگی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ نے پاکستانی معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس جنگ میں پاکستانی عوام فوج کے شانہ بشانہ رہے۔[۲۰] جنگ میں پاکستان کی فضائیہ نے کچھ انفرادی کارنامے اور کچھ اہم کردار بھی ادا کیے تاہم اس جنگ میں فوج کی خامیاں بھی منظرِ عام پر آئیں فوج کو کمانڈ اینڈ کنٹرول انٹیلیجنس، کمیونیکیشن اور کوآرڈینیشن ہر شعبہ پر مشکلات کا سامنا رہا۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں برسوں تک فوج سول امور چلاتی رہے وہاں ان کے پیشہ ورانہ رویئے اور معیار بھی تبدیل ہو گئے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ مسلح افواج کوئی غلطی نہیں کر سکتی۔[۲۱]

۱۹۶۵ء کی جنگ میں عوام میں یہ تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ پاکستان ایک بڑی فتح کے قریب ہے۔ یہ جنگ ایوب خان کی کامیابی میں تصور کی جاتی ہے تمام حالات پاکستان کے لیے خوش آئند تھے اور یکا یک جنگ بندی کی خبروں نے عوام میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی۔[۲۲] بالآخر سوویت یونین کی مداخلت پر جنرل ایوب خان اور ہندوستان کے وزیرِ اعظم کے درمیان تاشقند میں ایک معاہدہ طے پایا جن میں دونوں ممالک کی افواج کو اپنی اپنی سرحدوں پر لے جانے پر اتفاق ہوا۔[۲۳] ۵ فروری ۱۹۶۶ء کو معاہدہ تاشقند کے مضمرات پر غور کرنے کے لیے لاہور میں ایک آل پارٹی کانفرنس بلائی گئی جس میں مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن عوامی لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے جب انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ عوامی جذبات ایوب خان کے خلاف ہیں تو انہوں نے اپنا چھ نکاتی پروگرام پیش کیا۔ جس کے مطابق پاکستان کو قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کے تحت وفاقی بنایا جائے۔ وفاق کے پاس صرف دو محکمے دفاع اور امورِ خارجہ ہوں۔ دونوں حصوں کی کرنسی الگ ہو۔ غیر ملکی زرِ مبادلہ کا الگ حساب ہو۔ مشرقی پاکستان کی اپنی ملیشیاء ہو اور ہر صوبے کو ٹیکس لینے کا اختیار ہو۔[۲۴]

بنگالی عوام پہلے ہی فوج سے نالاں تھے ان کے خیال میں فوج میں مشرقی پاکستان کی کوئی خاص نمائندگی نہیں ہے۔ اس وجہ سے مغربی پاکستان ہمیشہ مشرقی پاکستان پر اپنی بالادستی قائم رکھے گا اور وہ ان کے غلام رہیں گے۔ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات اسی بے اطمینانی اور غصے کا آئینہ دار تھے۔[۲۵]

ایوب خان نے مجیب الرحمٰن کے چھ نکات کو ملک توڑنے کی سازش قرار دیا۔ اور اسی بنیاد پر عوامی لیگ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مغربی پاکستان میں عوامی لیگ کے سربراہ نوابزادہ نصر اللہ خان نے بھی چھ نکات کی مخالفت

کی اور اپنی علیحدہ عوامی لیگ قائم کر لی۔ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ مغربی پاکستان کی حد تک اپنا وجود کھو بیٹھی تھی اور اس طرح دونوں صوبوں کے درمیان سیاسی روابط کمزور پڑ گئے تھے۔[۲۶] جنوری ۱۹۶۸ء میں مجیب الرحمٰن اور اس کے ۳۴ ساتھیوں پر اگرتلہ سازش کیس بنایا گیا کہ ان لوگوں نے اگرتلہ کے مقام پر ہندوستان کے حکام کے ساتھ مل کر سازش تیار کی ہے جس کے نتیجے میں ان تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر کیس کی غیر ضروری طوالت کی وجہ سے لوگوں کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ ہو گئیں اور وہ ملزمان سے ہیرو بن گئے۔[۲۷]

ایوب خان اپنے دور اقتدار کے شروع سے لے کر آخر تک ملک کو صدارتی نظام حکومت کے تحت چلانے میں کامیاب رہے۔ فوج اور بیوروکریسی کے الائنس نے معاشی و صنعتی ترقی کے لیے ایوب خان کے سیاسی نظام کو استحکام بخشا مگر اکتوبر ۱۹۶۸ء سے مارچ ۱۹۶۹ء تک ملک میں ایسے سیاسی واقعات رونما ہوئے جس سے ایوب خان کے سیاسی نظام اور نظام حکومت کے خلاف عوامی تحریک نے جنم لیا۔ اس بحران کی متعدد وجوہات تھیں جو کہ آئینی سیاسی، مذہبی، علاقائی اور لسانی نوعیت کی تھیں۔[۲۸]

۱۹۶۷ء میں (پی ڈی ایم) پاکستان جمہوری تحریک کی تشکیل ہوئی جس میں پانچ سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔ جن میں جماعت اسلامی، عوامی لیگ، کونسل مسلم لیگ، نظام اسلام پارٹی اور قومی جمہوری محاذ شامل تھا۔[۲۹] پاکستان جمہوری تحریک نے ۸ نکاتی پروگرام وضع کیا جس کا مقصد عوامی حکومت کی بحالی اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شخصی آزادیوں کا تحفظ، پارلیمانی جمہوریت کا نفاذ اور وفاقی نظام حکومت کے مطالبات شامل تھے۔[۳۰] اس تحریک کی مقبولیت کا زیادہ تر انحصار شہروں کے عوام میں پائی جانے والی خواہش پارلیمانی نظام حکومت کی بحالی پر تھا۔[۳۱] پی ڈی ایم نے مشرقی و مغربی پاکستان میں جلسے کیے۔ جمہوریت کی بحالی اور عدم مساوات کو ختم کرنے کے مطالبات کیے۔ مغربی حصے میں اس تحریک کے رہنماؤں نے کرپشن، اسمگلنگ کے خاتمے، پارلیمانی جمہوریت کی بحالی جیسے مطالبات پیش کیے۔ حکومت نے ان مطالبات کو سختی سے دبانے کی کوشش کی۔ ایوب خان نے لوگوں کو پاکستان جمہوری تحریک کے مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

"خدایا اگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے تو وہ ملک کو تباہی میں دھکیل دیں گے۔"[۳۲]

پاکستان میں جمہوری تحریک ایک احتجاجی تحریک میں تبدیل ہو گئی جس نے وسیع پیمانے پر جلسے جلوس اور مظاہرے شروع کر دیئے۔ اس تحریک کی وجہ سے ایوب خان خاصے پریشان تھے بیوروکریسی نے اس تحریک سے توجہ

ہٹانے کے لیے دس سالہ جشن ترقی کا پروگرام بنایا۔اس جشن نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور عوام ایوب خان کے خلاف سڑکوں پر آ گئے۔۳۳؎

پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا کنونشن نومبر ۱۹۶۷ء کو لاہور میں منعقد ہوا یہ کنونشن ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا جس میں نئی سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا گیا۔ پیپلز پارٹی کی تشکیل ایوب خان کے لیے ایک بڑا سیاسی دھچکا ثابت ہوئی۔ پیپلز پارٹی کے منشور نے طلبہ، مزدور اور کسانوں کو بھی حکومت کے خلاف منظم کیا۔۳۴؎ ایوب خان کے خلاف طلبہ، مزدور، کسانوں اور سیاسی کارکنوں کا احتجاج کنٹرول سے باہر ہو گیا اور احتجاج کا یہ سلسلہ ملک میں پھیل گیا۔ سب کا ایک ہی نعرہ تھا ایوب خان کو ہٹایا جائے۔ ایوب خان نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک گول میز کانفرنس بلانے کا انتظام کیا۔ مجیب الرحمٰن کو بھی اس کانفرنس میں بلایا گیا انہوں نے اس شرط پر کانفرنس میں آنے کا وعدہ کیا کہ پہلے کیس کو واپس لیا جائے۔ ایوب خان مجبوراً کیس واپس لیا اور یوں اگرتلہ کیس ختم کر دیا گیا۔ اس کانفرنس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ یحییٰ خان جو کہ فوج کے کمانڈر انچیف تھے وہ بھی ان مظاہروں کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہے۔ کانفرنس کی ناکامی سے احتجاج کرنے والوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔۳۵؎ جنرل یحییٰ خان کے ذہن میں بھی قیادت کا خواب پروان چڑھ رہا تھا اس لیے وہ خود نہیں چاہتے تھے کہ حالات بہتر ہوں جنرل یحییٰ نے اقتدار سنبھالنے سے چند ہفتے قبل ہانک کانگ کا دورہ کیا وہاں ان سے سوال کیا گیا کہ جنرل ایوب خان کے بعد پاکستان کا صدر کون ہوگا۔ یحییٰ خان نے جواب دیا" مستقبل کا صدر آپ کے سامنے کھڑا ہے"۳۶؎ ایوب خان اپنے کمانڈر ان چیف کو خوب جانتے تھے جنرل ایوب خان نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو قوم سے خطاب میں اقتدار سے مستعفیٰ ہونے کا اعلان کیا۔ اور کہا" ملک کے حالات انتہائی خراب ہو رہے ہیں انتظامی ادارے فالج زدہ ہو گئے۔ عوامی آزادی سے گھیراؤ کر رہے ہیں ملک کے مسائل گلیوں میں حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہیں فوج کے علاوہ کوئی ادارہ اس قابل نہیں جو کہ حالات کو کنٹرول کر سکے۔۳۷؎

ایوب خان کا خطاب اعتراف شکست تھا کہ وہ کوئی جمہوری نظام وضع نہ کر سکے جو کہ فوج کی مداخلت کے بغیر چل سکتا۔ ایوب خان نے اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کرنے کے بجائے فوج کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر دیا اور جنرل یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالتے ہی ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو ملک میں دوسرا مارشل لاء نافذ کر دیا اور ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر دیا گیا۔۳۸؎

حرفِ آخر

۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جنرل ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء کا نافذ کر کے بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ایوب خان کا دورِ حکومت ملک میں سیاسی بلیک میلنگ، حکومتی جبر، اپوزیشن سے محاذ آرائی کے ساتھ سیاسی عدم استحکام کا دور ثابت ہوا۔ پاکستان کے پہلے سے کمزور سیاسی اداروں کو ایوب حکومت کے دوران مزید برے حالات کا سامنا رہا۔ ایوب خان نے اقتدار سنبھالتے ہی سابقہ حکمرانوں، سیاست دانوں اور نوکر شاہی پر فائز افراد کے لیے احتساب کا قانون بنانے کا فیصلہ کیا۔ مارچ ۱۹۵۹ء میں پبلک آفسز ڈسکوالیفیکیشن آرڈر کا نفاذ کیا اس قانون کے تحت پاکستان بھر سے ۱۳۵۰ افسروں اور ۱۳۰۰۰ ملازمین کو جبری طور پر ریٹائرڈ کر دیا گیا یا ان کے گریڈ کم کر دئے گئے ۔ سیاسی مخالفین کو دبانے کے لیے جلد ہی الیکٹیو باڈیز ڈسکوالیفیکیشن آرڈر متعارف کرایا۔ اس قانون کے تحت جس نمائندے پر کرپشن کے الزامات ثابت ہو جائیں اسے چھ سال کے لیے سیاست سے دستبردار کر دیا جائے گا۔ ایوب خان نے جمہوریت کے حصول کے لیے بنیادی جمہوریت کا نظام متعارف کرایا اس نظام کے تحت ملک بھر سے ۸۰ ہزار عوامی نمائندوں کا چناؤ عمل میں لایا گیا اور ان کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ صدر اور اسمبلی کے اراکین کا انتخاب کریں۔ ان بی ڈی ممبرز نے ایوب خان کو بھاری اکثریت سے صدر پاکستان منتخب کیا۔

ایوب خان نئے آئین کی تیاری کے ساتھ ساتھ سیاست دانوں پر کڑی پابندیاں عائد کیں۔ معاشی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے اصلاحات کی گئیں۔ تاکہ عوام کو ریلیف مل سکے اور ساتھ ہی عوامی، سماجی اور ثقافتی اصلاحات کی طرف قدم اٹھائے گئے جس کے لیے لاء ریفارم کمیشن کی بنیاد رکھی گئی۔ تعلیمی اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے نیشنل ایجوکیشن کمیشن بنایا گیا۔ ایوب خان نے زراعت پر توجہ دینے کے لیے زرعی اصلاحات بھی متعارف کرائیں۔ وہ کسی حد تک پاکستان کی ڈوبتی معیشت کو سنبھالنے کی کوشش کرتے رہے۔ جن میں امریکہ اور جرمنی کی ترقیاتی امداد شامل رہی۔ ایوب خان کا دور معاشی ترقی کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ مگر سیاسی لحاظ سے ناکامی کا شکار رہا۔ ایوب خان نے پاکستان کی ریاست اور معاشرے کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۶۴ء میں ایوب خان نے اپنے اقتدار کو مزید مضبوط بنانے کے لیے صدارتی انتخابات کروائے جس میں محترمہ فاطمہ جناح کے مقابلے میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۹۶۵ء میں انڈیا نے پاکستان پر حملہ کر دیا جس میں پاک فوج کا کردار قابل ستائش رہا اور پاک فوج بہت بہادری سے لڑی اور اپنے سے چار گنا بڑی طاقت کا بھرپور مقابلہ کیا اور دشمن کو بھاری

نقصان پہنچایا۔ روس کی مداخلت کی وجہ سے تاشقند میں جنگ بندی کا معاہدہ ہوا۔ ملک میں لوگوں نے اس معاہدے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور عوام ایوب خان کے مزید خلاف ہوگئے۔ دوسری طرف شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے چھ نکات پیش کیے جو کہ مشرقی پاکستان کی خودمختاری کے لیے تھے مگر درحقیقت وہ علیحدگی کی سازش تھی۔ ایوب خان اس سازش کو مناسب انداز میں کنٹرول نہ کرسکے اور شیخ مجیب الرحمٰن کو باعزت بری کردیا گیا اور آخر کار ان کے اقتدار کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

ایوب خان اپنے دورِ اقتدار کے شروع سے لے کر آخر تک ملک کو صدارتی نظامِ حکومت کے تحت چلانے میں کامیاب رہے۔ فوج اور بیوروکریسی کے الائنس نے معاشی و صنعتی ترقی کے لیے ایوب خان کے سیاسی نظام کو استحکام بخشا مگر اکتوبر ۱۹۶۸ء سے مارچ ۱۹۶۹ء تک ملک میں ایسے سیاسی واقعات رونما ہوئے جس سے ایوب خان کے سیاسی نظام اور نظامِ حکومت کے خلاف عوامی تحریک نے جنم لیا۔ اس بحران کی متعدد وجوہات تھیں جو کہ آئینی سیاسی، مذہبی، علاقائی اور لسانی نوعیت کی تھیں جو کہ ایوب اقتدار کے خاتمے کا باعث بنی۔

حوالہ جات

1. F.M. Khan (1963). The Story of Pakistan Army, Lahore, Low Time Publication, p.202.

۲۔ قدرت اللہ شہاب، 'شہاب نامہ'، لاہور، ۱۹۸۹ء فیروزسنز، صفحہ ۱۵۷

۳۔ ڈاکٹر صفدر محمود، پاکستان تاریخ وسیاست، لاہور، جنگ پبلیشرز، ۱۹۹۲ء، صفحہ نمبر ۶۱

4. Hassan Askari Rizvi, (1988). The Military in Politics in Pakistan,New Delhi, Vikas Publications, p.86.

5. M. Wasim (1989). Politics and the State of Pakistan,Lahore, Oxford University Press, pp.227-238.

۶۔ احمد سلیم، 'سیاست دانوں کی جبری نااہلیاں، ص ۳۰۔۴۷

7. Dr. Safdar Mehmood (1987). 'Political Study of Pakistan', Lahore, Sang-e-Meel Publishers.

8. Dr. Shahid Ali Rizvi (1980). 'Local Government in Pakistan', Karachi, Karachi University Press, pp.35-44.

9. Lawrence, Ziring, (1971). 'The Ayub Khan Era', Politics in Pakistan, New Jersey, p.20.

10. Hamid, Khan (2001). 'Constitutional and Political History of Pakistan', Lahore, Oxford University Press, p.225.

11. H. Rehman, (1964). 'Constitutional Development of Pakistan', Dacca, pp.6-50.

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر سید ارشد کریم، 'پاکستان۔ معاشرت، سیاست، حکومت اور معیشت' کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف، اردو کالج، ۱۹۸۹، ص ص ۲۳۵، ۲۳۴۔

13. G.W. Chaudhry, (1969). 'Institutional Development in Pakstan', London, Longman, pp.136-137.

14. Safdar Mehmood, (2000). Pakistan Political Roat and Development 1947-1999,Oxford University Press, p.121.

15. Ibid, p122

۱۶۔ ڈاکٹر صفدر محمود، 'آئین پاکستان، وضاحت، موازنہ اور تجزیہ' لاہور، ۱۹۹۳، ص ص ۳۵۔۲۷

17. Altaf Gohar, 'Pakistan's First Military Ruler', p.93

۱۸۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی، 'تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان' کراچی، ادارہ مطبوعات تکبیر، ۱۹۹۲، ص ۲۱۲

19. Tariq Ali Khan, (1972). 'Pakistan Military Rule or Peoples Power', New York, William Marrow & Co, p.109.

20. Shahid Amin, (2007). Pakistan Foreign Policy, Oxford Printing Press, pp.54-55.

۲۱۔ آئین ٹالبوٹ، 'تاریخ پاکستان (۱۹۴۷۔۹۷ء)'، مترجم طاہر منصور فاروقی، لاہور، تخلیقات ۲۰۰۴، ص ۵۸۰

22. Mehrun Nisa Ali (2001). Pakistan Foreign Policy, 1971-1998, Oxford Printing Press,Karachi, pp.72-73.

23. Stephen Kohan, 'The Pakistan Army', California University Press, pp.71-72.

۲۴۔ ڈاکٹر محمد اشرف خرم، پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات،۲۰۱۰ء، کراچی، رائل بک کمپنی، ص ۲۴۶
25. Stephen Kohan, Opcit, p-121
۲۶۔ ایم اے چوہدری، 'مارشل لاء کا سیاسی انداز'، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۸۹، ص ۱۰۴
۲۷۔ ڈاکٹر صفدر محمود، 'پاکستان کیوں ٹوٹا' لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۶، ص ۵۶
۲۸۔ ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، 'پاکستان میں نظریہ اور سیاست کے متحرکات'، لاہور، عبداللہ برادرز، پبلشرز، ۲۰۱۲، ص ۳۵۶
29. Lawrance Ziring (1971). 'Ayub Khan Era' , New York , Reprinted in Karachi, p.1.
30. Khalid Bin Saeed, (1967). 'The Political System of Pakistan', Oxford University Press, p.102.
31. Pakistan Times Lahore, 9 October 1958.
32. Dr. P. Sheran, (1975). 'Govt and Policies of Pakistan', Meerut, Minakshi Publisher, p.60.
33. Ayesha Jalal (1991). 'The Stage of Martial Role' The origin of Pakistan 's Political Economy of Defence', Lahore, Vanguard, pp.189-260.
۳۴۔ ملیحہ لودھی، 'پاکستان پیپلز پارٹی' لاہور، تخلیقات پبلشرز، ۱۹۶۷ء، ص ۱۵۲
۳۵۔ ایم اے کے چوہدری، 'مارشل لاء کا سیاسی انداز'، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۸۹ء، ص ص ۱۰۶۔۱۰۵
36. Dr. Hassan Askari Rizvi, Opcit p 162.
37. Gohar Ayub, (2007). 'Glimplses into the Carridors of Power' Michigan Oxford University Press, Uiversity of Michigan, p.113.
38. Dr. Hassan Askari Rizvi, Opcit, p162.

محمد کامران خان بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔